# علم اور اہلِ علم کی فضیلت

اخذ و ترتیب : حافظ محبوب احمد خان

کسی بھی معاشرے کی ترقی میں تعلیم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اس اصول کو حرزِ جان بنائے رکھا وہ زمانے میں امام رہے' مگر جب چھوڑ دیا تو محکوم بن گئے' جبکہ ترقی یافتہ ممالک نے اسی حقیقت کو پا کر دُنیا کی قیادت حاصل کر لی۔ اسلام نے اپنی تعلیم کا آغاز ہی "اقرأ" سے کر کے علم اور اہل علم کو صاحب فضیلت شمار کیا' جب کہ دُنیا اِس راز سے بالکل غافل و جاہل تھی' مگر زمانہ حاضر میں سب سے قابل ترس حالت بھی مسلمانوں ہی کی ہے۔

## انبیاء کرام اور وصفِ علم

انبیاء کرام علیہم السلام کو جو شرف و کرامت مخلوق الٰہی پر حاصل ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ نے وصف علم ہی سے متصف فرمایا۔ دیکھئے ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے ساتھ یہ مکالمہ جس میں ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت فضیلت علم کے باعث نمایاں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے عرض کرتے ہیں کہ اے ابا جان! آپ اُن چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ دیکھتی ہیں نہ سنتی ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکتی ہیں' چنانچہ آپ میری اطاعت کریں' کیونکہ :

﴿ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ ... ﴾

"ابا جان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا..."

قرآن کریم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے۔ یہ اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب نبی چند مسائل کی تعلیم کے لئے ایک دوسرے صاحب علم (حضرت خضر) کے پاس پہنچے اور ﴿ عَلٰٓي اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾ کے الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیا کہ آپ مجھے بھی اُس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔

## اسلام مبنی بر علم دین ہے

دلائل اسلام جس طرح مبنی بر علم ہیں اس طرح ان کا مطالبہ دوسرے ادیان سے بھی کیا گیا ہے کہ اگر وہ حق پر ہیں تو وہ بھی اپنے حق پر ہونے کو دلائل سے ثابت کریں۔ دیکھئے جب مشرکین نے کہا کہ "ہمارے شرک کا اور حلال کو حرام کرنے کا حال تو اللہ کو معلوم ہی ہے' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے بدلنے پر قادر ہے' اس طرح کہ ہمارے دل میں ایمان ڈال دے یا کفر کے کاموں کی ہمیں توفیق ہی نہ دے' اگر وہ ہماری اس روش کو نہیں بدلتا تو ظاہر ہے کہ وہ ہمارے ان کاموں سے خوش ہے' ورنہ ہم تو کیا ہمارے بزرگ بھی شرک نہ کرتے"۔ چونکہ یہ بات بغیر دلیل کے ہے اور یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی لہٰذا حضور ﷺ سے کہا گیا کہ ان سے اس بات کی علمی دلیل طلب کریں :

﴿ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ○ ﴾ (الانعام : ۱۴۸)

"ان سے پوچھئے کہ کیا تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو! تم تو صرف وہم کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور نری اٹکلیں دوڑا رہے ہو"۔

## دلائل توحید میں علماء کی شہادت

خود اللہ تعالیٰ کی نظر میں اہل علم کی فضیلت کیا ہے' اس کا اندازہ سورۂ آل عمران کی درج ذیل آیت سے لگایا جا سکتا ہے' جس میں رب العالمین نے دلائل توحید کے ثبوت میں اپنی شہادت کو ملائکہ اور علماء کی شہادت سے مستحکم فرمایا ہے :

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ... ﴾

(آل عمران : ۱۸)

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے' اور (یہی شہادت) ملائکہ اور صاحبانِ علم نے بھی دی ہے"۔

قرآن کریم میں ہمیں علمائے اہل کتاب کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جب کافر نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار و تکذیب کرتے ہیں قرآن کریم انجیل و بائبل کے حامل ان ہی علماء کو نبی کریم ﷺ

کی نبوت پر بطورِ گواہ پیش کرتا ہے۔ سورۃ الرعد کی درج ذیل آیت اسی حقیقت کو بیان کرتی ہے :

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ ﴾ (الرعد : ۴۳)

"یہ کافر کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے' اور پھر اس شخص کی گواہی جس کے پاس کتاب (تورات وانجیل) کا علم ہے"۔

یہ آیت اس بات پر شاہد ہے کہ اسلام میں صاحب علم کی فضیلت کیا ہے۔ ان ہی آیات و احکامات کی تعمیل میں ہمارے اسلاف نے علم کے میدانوں میں جو کارنامے سرانجام دیئے ان پر آج بھی دُنیا محو حیرت ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب

ہمیں قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف دعائیں ملتی ہیں جو انہوں نے اپنے رب سے کیں' اور یہ دعائیں خاص رنگ میں تھیں' مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے دُعا کی :

﴿ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ ﴾ (نوح : ۲۸)

"اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اُس شخص کو جو مؤمن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو' اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دُعا کرتے ہیں :

﴿ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ ﴾ (ابراھیم : ۳۵)

"مجھے اور میرے فرزندوں کو بُتوں کی پوجا سے بچا"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لئے اس دُعا کا انتخاب کرتے ہیں :

﴿ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ﴾

(ص : ۳۵)

"اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو شایاں نہ ہو"۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دُعا کی :

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ ﴾ (آل عمران : ۳۸)

"اے میرے ربّ! مجھے اپنی قدرت سے ایک پاکیزہ بچہ عطا فرما"۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر و ہادی نبی کریم ﷺ نے کیا دُعا فرمائی۔ افصح العرب نے اپنے لئے جو دُعا منتخب کی وہ الفاظ کے لحاظ سے مختصر' مگر ان تمام دعاؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ پروردگار کے حضور عرض کیا :

﴿ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ ﴾ (طٰهٰ : ۱۱۴)

"اے میرے ربّ! مجھے علم میں افزونی عطا فرما"۔

اس سے ہمیں حضور ﷺ کی نظر میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بُتوں سے بچاؤ کی دُعا کی' زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے لئے دُعا کی' سلیمان علیہ السلام نے حکومت کے لئے دُعا کی' مگر محمد عربی ﷺ نے علم میں اضافے کے لئے دُعا کی۔ یعنی علم ان تمام نعمتوں میں جو انبیاء علیہم السلام نے مانگیں' سب سے بہتر نعمت ہے۔

## ظہورِ اسلام اور دُنیا کی جہالت

ظہورِ اسلام کے وقت دُنیا کے تمام معاشروں میں صرف مذہبی طبقہ ہی ایسا تھا جس نے اپنی مذہبی کتابوں کے سیکھ لینے کو ہی علم جانا تھا' یا پھر اُن بے سروپا کہانیوں' واقعات اور قصوں کو علم کا درجہ دے دیا گیا تھا جو خود اُن ہی کے گھڑے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں مہا بھارت[1] کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے۔ یہودیوں نے صرف تورات کے الفاظ

---

[1] ہندو مذہب کی عظیم کتاب جو اٹھارہ پرب (ابواب) اور ایک لاکھ اشلوک پر مشتمل ہے۔ پہلے اس کتاب کا نام بھارت تھا۔ اس کو پراشر کے بیٹے بیاس نے پانڈو اور کورد کی اولاد کی بڑی جنگ (مہابھارت) کے زمانہ میں تصنیف کیا تھا۔ اب اس جنگ کے حوالے سے اس کتاب کو مہابھارت کہا جاتا ہے۔ اس میں جنگ کے حالات' ہندو مذہب کی اخلاقی تعلیمات' قربانی' نجات اور جنت کے متعلق ہندو مذہب کا نظریہ بیان کیا گیا ہے۔

کے سیکھنے ہی کو علمِ حقیقی کا درجہ دیا ہوا تھا' اور یورپ جو آج کل دُنیا کا امام بنا ہوا ہے' قطعاً جہالت میں غرق تھا۔ یہی حال ایران اور چین کا تھا۔

بے شک اسلام ہی ہے جس نے علوم کی عام تعلیم دی اور اسلام ہی ہے جس نے دُنیا کو علم سے روشناس کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلمان فاتحین نے ان علوم کو پوری فیاضی کے ساتھ آقا و غلام' امیر و غریب' فاتح و مفتوح کی تمیز کو مٹا کر نو مسلم معاشروں اور مفتوحہ ممالک میں پہنچایا۔ پھر دُنیا نے دیکھ لیا کہ عربوں سے تعلیم پانے والے غلام' عجمی اور مفتوح اقوام علم کی دُنیا پر چھا گئے اور دُنیا کے امام کہلائے۔ مسلم دَور میں سلطنتِ عباسیہ' سلطنتِ اندلس اور بنو اُمیّہ علمی حوالے سے قابل ذکر ہیں۔ سلطنتِ عباسیہ میں ہارون الرشید' مامون الرشید اور معتصم باللہ جیسے قابل اور علم پرور حکمران ہوئے' اُن کا دَور علمی حوالے سے قابل ذکر ہے۔

## علم اور اہل علم کا دَور' سلطنتِ اندلس میں

اب آیئے دیکھتے ہیں اندلس کی عظیم الشان سلطنت کی طرف جہاں عبدالرحمٰن الداخل' ہشام بن عبدالرحمٰن' الحکم ثانی' عبداللہ بن ابی عامر جیسی ہستیاں گزری ہیں۔ سلطنت اندلس میں صحیح معنوں میں مالکی مذہب کو حکومتی سرپرستی میں عروج حاصل ہوا۔ سلطان ہشام کے دَور میں مالکی فقہاء اور علماء کو بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ وہی سلطان کے مشیر و وزیر اور تمام محکموں کے مالک اور مہتمم تھے۔ مذہبی پیشوا ہونے کے سبب عوام اور بھی زیادہ ان کے زیرِ اثر تھے۔ اس دَور میں جس شخصیت کو عروج حاصل ہوا وہ یحیٰی بن یحیٰی تھے جو قرطبہ کے قاضی القضاۃ اور اندلس کے شیخ الاسلام بنا دیئے گئے۔ تاہم بعد میں جب اندلس میں حنبلی مذہب کو فروغ حاصل ہوا تو علماء کی باہمی فتویٰ بازی نے اُموی سلطانوں کے لئے امن و امان کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ جب اُموی بادشاہوں کی جانب سے علماء پر سختی کی گئی تو علماء کی جانب سے بادشاہوں کے خلاف سازشیں بھی ظہور میں آئیں۔ تاہم خلیفہ الحکم کا دَور علم اور اہل علم کے لئے ایک سنہری دَور کہا جا سکتا ہے۔ خود خلیفہ حکم کا ذاتی کتب خانہ اس قدر شاندار تھا کہ اس کی عمارت قصرِ شاہی سے کم وسیع اور شاندار نہ

تھی۔ اس کتب خانے کی عمارت کو سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا۔ سنگ مرمر ہی کا خوبصورت فرش تھا جس پر سنگ سبز اور سنگ موسیٰ کی پچی کاری تھی۔ صندل آبنوس اور اسی قسم کی قیمتی لکڑیوں کی الماریاں تھیں۔ ہر ایک الماری پر سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا تھا کہ الماری میں کس علم و فن کی کتابیں ہیں۔ اس دارالکتب میں ہزارہا جلد ساز اور کاتب مصروفِ کار رہتے تھے۔ کتابوں کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی۔

فہرست کتب چوالیس جلدوں میں تھی۔ اس فہرست میں صرف کتاب اور مصنف کا نام درج تھا۔ ان کتابوں میں بہت ہی کم ایسی کتابیں ہوں گی جن کا خلیفہ حکم نے مطالعہ نہ کیا ہو۔ قریباً ہر ایک کتاب پر خلیفہ کے قلم سے لکھے ہوئے حواشی تھے اور ہر ایک کتاب کے پہلے ورق پر خلیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصنف اور کتاب کا نام اور مصنف کا شجرہ نسب درج ہوتا تھا۔ خلیفہ حکم کی قوتِ حافظہ بہت زبردست تھی۔ ساتھ ہی وہ اعلیٰ درجہ کا ذہین اور نقاد بھی تھا۔ ہر قسم کی نظم و نثر بلا تکلف لکھتا تھا۔ فن تاریخ سے اس خلیفہ کو بہت دلچسپی تھی۔ اندلس کی ایک تاریخ خلیفہ نے خود لکھی تھی، مگر وہ زمانہ کی دست برد سے ضائع ہو گئی۔ روئے زمین کے علماء خواہ وہ کسی قوم، کسی مذہب اور کسی علم و فن سے تعلق رکھتے ہوں، قرطبہ کی طرف کھنچ کھنچ کر چلے آئے تھے۔ غرض کہ خلیفہ حکم کے زمانے میں قرطبہ تمام علوم و فنون کا دنیا بھر میں ایک ہی بے نظیر مرکز تھا۔

چونکہ یہ خلیفہ علم کا پروردہ تھا لہٰذا اس کے دَور میں اہل علم و اہل کمال کی قدر و منزلت کو بھی کمال حاصل ہوا۔ اگر اس دَور کے چند قابل ذکر علماء کا تذکرہ کیا جائے تو یقیناً یہ ذکر دلچسپی کا حامل ہو گا۔

ابو علی القالی مصنف کتاب الامالی عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں وارد اندلس ہوا تھا۔ سلطان حکم اس بے نظیر عالم کو ایک دم کے لئے اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔ ابو بکر الارزق جو اپنے زمانے کا مشہور عالم اور سلمہ بن عبدالملک بن مروان کے خاندان سے تھا، ۳۴۹ھ میں قرطبہ پہنچا اور ۵۸ سال کی عمر میں بہ ماہ ذی قعد ۳۸۵ھ فوت ہو کر قرطبہ میں مدفون ہوا۔ خلیفہ حکم اس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن علی جو ابن زمع کے خاندان میں سے تھا، قاہرہ سے اندلس آیا اور خلیفہ حکم کے علمائے دربار میں

شامل ہوا۔

ثقر البغدادی اور قیاس بن عمرو غیرہ مشہور خوش نویس تھے جن کی خلیفہ حکم بڑی قدر کرتا تھا۔ ابو الفرح اصفہانی اور ابو بکر مالکی کے پاس ایک ایک ہزار دینار سرخ خلیفہ نے بھیجے۔ ابو عبداللہ محمد بن عبدون عذری دربارِ قرطبہ کا اعلیٰ درجہ کا طبیب تھا۔ محمد بن مفرج فقہ اور حدیث کا مشہور عالم تھا۔ ابن مغیث' احمد بن عبدالملک' ابن ہشام القوی' یوسف بن ہارون' ابوالولید یونس اور احمد بن سعید ہمدانی مشہور شعراء تھے۔ محمد بن یوسف درانی نے خلیفہ حکم کے حکم سے افریقہ کی تاریخ مع جغرافیہ لکھی۔ عیسیٰ بن محمد' ابو عمر احمد بن فرج' یعیش بن سعید خلیفہ حکم کے عہد میں مشہور مؤرخ اور زبردست عالم تھے جو دربارِ قرطبہ کی رونق تھے۔

## علم نوازی کی ایک مثال

اس دور میں علماء کو جو قدر و منزلت اور احترام حاصل ہوا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز ابو ابراہیم نامی ایک فقیہہ مسجد ابو عثمان میں وعظ بیان کر رہا تھا۔ اسی حالت میں شاہی چوب دار آیا اور اس نے ابراہیم سے کہا کہ امیرالمؤمنین نے آپ کو اسی وقت طلب فرمایا ہے اور وہ باہر انتظار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ تم امیرالمؤمنین سے کہہ دو کہ میں اس وقت خدا کے کام میں مصروف ہوں' جب تک اس کام سے فارغ نہ ہو لوں باہر نہیں آ سکتا۔ چوب دار اس جواب کو سن کر حیران رہ گیا اور ڈرتے ڈرتے جا کر خلیفہ کی خدمت میں ابراہیم کا جواب عرض کیا۔ خلیفہ نے یہ سن کر چوب دار سے کہا کہ تم جا کر ابراہیم سے کہہ دو کہ مَیں اس بات کو سن کر بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ خدا کے کام میں مصروف ہیں۔ جب اس کام سے فارغ ہو جائیں تو تشریف لائیں' میں اُس وقت تک دربار میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ چوب دار نے یہ پیغام آکر ابراہیم کو سنایا۔ ابراہیم نے کہا کہ تم جا کر امیرالمؤمنین سے کہہ دو کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں نہ چل سکتا ہوں۔ باب السدہ یہاں سے زیادہ دُور ہے' مگر باب الصنع یہاں سے

قریب ہے' اگر باب الصنع کے کھول دینے کی اجازت دیں تو میں اس دروازے سے بآسانی حاضرِ دربار ہو سکوں گا۔ باب الصنع ہمیشہ بند رہتا تھا اور کسی خاص موقع پر ہی اس کے کھولنے کی اجازت ہوتی تھی۔ ابراہیم اس کے بعد پھر اپنے وعظ میں میں مصروف ہو گئے اور چوب دار یہ پیغام بھی خلیفہ کے پاس پہنچا کر خلیفہ کے حکم سے آ کر مسجد میں بیٹھ گیا۔ جب ابراہیم اپنا وعظ ختم کر چکے تو چوب دار نے عرض کیا کہ باب الصنع آپ کے لئے کھول دیا گیا ہے اور امیرالمؤمنین آپ کے منتظر ہیں۔ ابراہیم جب باب الصنع پہنچے تو دیکھا کہ وہاں امراء و وزراء اُن کے استقبال کے لئے موجود ہیں۔ وہ دربار میں گئے اور خلیفہ سے باتیں کر کے اسی دروازے سے عزت و احترام کے ساتھ واپس آ گئے۔

## سلطنتِ عبّاسیہ اور اہل علم :

سلطنتِ اندلس کے بعد اب آیئے دیکھتے ہیں سلطنتِ عباسیہ کی جانب' جہاں ہارون الرشید' مامون الرشید اور واثق باللہ جیسے باہمت و علم پرور حکمرانوں نے علماء کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔ اگرچہ اس دَور میں انفرادی طور پر اسلامی علوم کے حوالے سے بہت جلیل القدر ہستیاں دیکھنے میں آتی ہیں تاہم دربار شاہی کی سرپرستی کے حوالے سے یہ دَور اسلامی علوم کے علاوہ دوسرے علوم کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی ایک وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ عباسیوں کے دَور میں ایرانیوں کو عروج حاصل ہوا اور ستارہ پرست خاندان برامکہ ہارون الرشید کے دَور میں تمام بڑے عہدوں پر فائز رہے' جو آزاد خیال تھے اور اسلامی علوم سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ ۱۹۳ھ ہجری میں ہارون الرشید کی وفات کے بعد مامون اور امین کی خانہ جنگی جاری رہی۔ ۱۹۸ھ میں امین کے قتل کے بعد مامون الرشید نے مَرو میں اپنے دَور حکومت کا آغاز کیا۔ مامون الرشید کے عہدِ حکومت کا کوئی ایک سال بھی ایسا نہیں جو جنگ و پیکار کے ہنگاموں سے خالی ہو اور مامون الرشید کو ملکوں اور صوبوں کے انتظامات اور باغیوں کی سرکوبی کے اہتمام سے فراغت حاصل ہوئی ہو۔ لہٰذا توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایک ایسا مصروفِ کار اور حالاتِ سلطنت سے ہمہ اوقات باخبر رہنے والا خلیفہ علوم و فنون کی طرف بھی توجہ کر سکا ہو گا۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ

مامون الرشید عباسی کے عہدِ خلافت میں علوم وفنون کے جس قدر دریا بہے اور مامون نے اس طرف توجہ کر کے جو کارہائے نمایاں علمی دُنیا کے لئے انجام دیئے' اس کی نظیر دوسری جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی' اور یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت و عظمت نے غیر معمولی رتبۂ بلند حاصل کر لیا ہے۔ ہارون الرشید عباسی نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک دار الترجمہ اور دار التصنیف قائم کیا تھا' جس میں مختلف ملکوں کے رہنے والے' مختلف مذاہب کے پیرو اور مختلف زبانیں جاننے والے علماء مصروفِ کار رہتے تھے۔

مامون کو ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو اُس نے قیصر روم کو لکھا کہ ارسطو کی تمام تصانیف' جہاں تک دستیاب ہو سکیں' فراہم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ قیصر کو اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل ہوا اور اُس نے اپنے عیسائی علماء سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ :

> "فلسفہ کی کتابیں ہمارے ملک میں مقفل و محفوظ ہیں اور اُن کو پڑھنے پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں' کیونکہ اُس سے مذہبی احترام لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا' ان کتابوں کو آپ ضرور خلیفہ اسلام کے پاس بھجوا دیں تاکہ وہاں فلسفہ کی اشاعت ہو اور مسلمانوں کا مذہبی جوش سرد پڑ جائے"۔

قیصر نے پانچ اونٹ ان کتابوں سے لاد کر مامون الرشید کے پاس بھجوا دیئے۔ مامون الرشید نے یعقوب بن اسحٰق کندی کو ان کے ترجمہ پر مامور کیا۔ پھر مامون نے خود اپنی طرف سے عیسائی علماء کو جو اُس کے یہاں ملازم تھے' بلادِ روم و یونان کی طرف روانہ کیا کہ وہاں سے علوم و فنون کی کتابیں تلاش کر کے لائیں۔ قسطا بن لوقا ایک عیسائی فلاسفر خود اپنے شوق سے روم کے ملک میں گیا اور وہاں سے کتابیں تلاش کر کے لایا۔ مامون الرشید نے اس کو دار الترجمہ میں ملازم رکھ لیا۔

اسی طرح اُس نے مجوسی علماء کو بڑی بڑی بیش قرار تنخواہوں پر ملازم رکھ لیا اور مجوسیوں کے علوم وفنون کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد کی۔ ہندوستان کے راجاؤں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مامون الرشید کی خدمت میں سنسکرت کے عالموں اور بڑے بڑے پنڈتوں کو بطورِ تحفہ بھیج کر خلیفہ کی خوشنودی حاصل کی۔ بیت الحکمت کے مترجموں کی

تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار تک تھیں اور اُن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی، جن میں یعقوب کندی، حنین بن اسحٰق، قسطا بن لوقا بعلبکی، ابو جعفر بن عدی، جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ تنخواہوں کے علاوہ مترجموں کو ہر ایک کتاب کے ترجمہ کے برابر سونا یا چاندی تول کر دی جاتی تھی۔ فلسطین، مصر، اسکندریہ، روم، ایران، ہندوستان وغیرہ ملکوں سے علوم و فنون کی کتابیں منگوا کر عربی میں ترجمہ کرائی جاتی تھیں اور بہت سے مترجمین علوم و فنون پر خود بھی کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ بعض ذی علم مترجمین ترجموں کی اصلاح اور نظرثانی پر مامور تھے۔

مامون الرشید ہی کے عہد میں ایک مشہور عالم محمدؐ بن موسیٰ الخوارزمی[1] نے مامون الرشید کی فرمائش پر علم ریاضی کے اصول پر مشتمل کتاب "الجبر والمقابلہ" لکھی اور وہ اصول قائم کیے کہ ان میں آج تک نہ ترمیم ہو سکی نہ اضافہ ممکن ہوا۔ خالد بن عبد الملک مرورزی اور یحییٰ بن ابی منصور وغیرہ کے ذریعہ شماسیہ کی رصد گاہ تعمیر و مکمل کرائی اور اجرامِ سماویہ کے مطالعہ پر علماء ہیئت مامور کیے۔ اصمعی جو لغات عرب اور نحو و ادب کا اِمام تھا، پیرانہ سالی کی وجہ سے کوفہ کو چھوڑ کر بغداد نہ آسکا، اس کو وہیں وظیفہ ملتا تھا اور راہم

---

[1] محمد بن موسیٰ الخوارزمی (۷۸۰ء۔۸۴۷ء) دنیا کے عظیم ترین ریاضی دانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے اہم اور لافانی کارنامہ صفر (Zero) کی ایجاد ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندسوں میں صفر کا استعمال کیا جس کی وجہ سے حساب کتاب میں بہت سہولت ہو گئی۔ ان کی حساب کی کتاب "كتاب الجمع والتفريق" کے نام سے مشہور تھی اور اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

خوارزمی نے علم مثلث (Trignometry) میں بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس علم میں ان کی سب سے نمایاں خدمت ان کا وہ شیڈول ہے جو زاویۂ جیب (Sine) اور مماس (Tangent) کے تفاعل سے متعلق ہے۔ فلکیات پر انہوں نے ایک مختصر کتاب تصنیف کی تھی اور "زج" نامی اپنا شیڈول ترتیب دیا تھا۔ خوارزمی نے "اصطرلاب" نامی ایک آلہ بھی ایجاد کیا تھا جس سے اجرامِ فلکی کی گردش اور زمین کی پیمائش کی جاتی تھی۔ انہوں نے جغرافیہ پر "صوت الارض" نامی کتاب لکھی تھی جس میں جغرافیائی نقشے بھی دیئے گئے تھے۔

مسائل حل کرنے کے لئے وہیں بھیجے جاتے تھے۔ فرآنحوی نے بغداد میں علم نحو کی تدوین کی اور کتابیں لکھوائیں۔ اُس کے لئے ایوانِ شاہی کا ایک کمرہ خالی کر دیا گیا تھا جس میں علماء طالب علمانہ حیثیت سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ فن خوش نویسی پر مامون ہی کے زمانے میں کتابیں لکھی گئیں اور اس فن کے اصول و قواعد مدون و مرتب ہوئے۔

غرض اہل علم حکمرانوں کی سرپرستی و قدر و منزلت مسلمانوں کی ان دو باجبروت سلطنتوں میں علماء کو حاصل رہی۔ اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے سامنے یونانیوں' ایرانیوں' مصریوں اور ہندیوں کے علوم و فنون سب یکجا بے نقاب ہو گئے۔

اگرچہ اس دَور میں اسلامی علوم کا ارتقاء انفرادی طور پر ہوا لیکن ان تمام علوم سے علمائے اسلام کو بھی یہ موقع ملا کہ وہ قدیم فلسفوں اور متفرق علوم کی طرف توجہ دے سکیں۔ اس طرح مختلف قوموں کے حکمیہ علوم اور فلسفے قرآن کے مقابلے پر آئے تو خدامِ اسلام کو موقع ملا کہ انہوں نے اُن تمام فلسفوں اور تمام مخالف قرآن اصولوں کو غلط اور نادرست ثابت کیا۔ اس طرح مذاہب و علوم کی معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری ہو کر اسلام کو جو علمی فتوحات حاصل ہوئیں وہ اُن فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں جو عہد بنو اُمیہ میں حاصل ہوئیں۔ اس دَور کی یہی وہ علمی فتوحات ہیں جنہوں نے خلافت عباسیہ کو تاریخ اسلامی کے علمی حوالے سے ایک روشن باب بنا دیا ہے۔

دوسری چیز جو ہمیں اس دَور میں نظر آتی ہے وہ ہے بلا تفریق قوم و وطن علوم کا پھیلاؤ۔ غیر اسلامی علوم میں تو ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ ایرانی' ہندوستانی' یونانی' رومی' غرض ہر طرح کے صاحب علم اس دَور میں علوم سے مستفید ہوئے۔ اسلامی علوم میں بھی عجمیوں نے اس دَور میں ان علوم سے اس طرح استفادہ کیا کہ ایک وقت یہ بھی آیا کہ وہ اہل عرب کے بھی امام ٹھہرے۔ مثلاً جامع صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری' امام اعظم ابو حنیفہ' نعمان بن ثابت' امام اللغۃ اسماعیل بن محمد جوہری' استاد مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی' ابن خلدون' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم عرب نہ تھے۔

ان مثالوں سے واضح ہے کہ اسلام نے ظہور سے ہی ہر ایک قوم پر ابواب علم کو

کشادہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے لے کر انتہائے سوڈان اور بلادِ خراسان سے سرحد مراکش و اندلس تک علم کا پھیلاؤ ہوا۔

مگر موجودہ دَور میں ہم دیکھتے ہیں مسلم دُنیا ان تمام علوم سے جو انہی کے ہاتھوں پروان چڑھے 'غفلت و بے حسی کا ایک منظر پیش کرتی ہے۔ محمد عربی ﷺ کے پیرو کار اپنے اسلاف کی تاریخ سے مُنہ موڑ چکے ہیں 'جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دُنیا کے معدنی وسائل اور زرخیز ترین حصّوں کے مالک ہونے کے باوجود وہ پست اور محکومی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جس قدر زور علم پر دیا گیا ہے اور اہل علم کو جو قدر و منزلت عطا کی گئی ہے اس کے پیش نظر ضرورت ہے کہ ان نظریات کو پھر سے عام کیا جائے اور مسلم دنیا کو ان کے اسلاف سے روشناس کرایا جائے 'تاکہ مسلمان علم سے محبت اور اس کے حصول میں دوبارہ عروج حاصل کر سکیں اور دُنیا کے لئے امن و سلامتی کے پیغامبر ثابت ہوں۔

## مراجع و مصادر


۱) تاریخ اسلام ' نجیب اکبر شاہ آبادی
۲) اُندلس میں مسلمان ' رشید اختر ندوی
۳) کتاب الہند ' ابو ریحان البیرونی
۴) رحمتہ للعالمین ' قاضی سلیمان منصور پوری
۵) مسلمانوں کا علمی عروج ' لطف الرحمٰن خان



امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک نہایت مؤثر اور جامع خطاب

مثیلِ عیسیٰؑ ۔۔۔ علیؓ مرتضیٰؓ

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور '۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن